جہاں نامہ

تاریخ ہند کا ایک گم شدہ ماخذ

(جناب محمود حسن صاحب قیصر امروہوی)

جہاں نامہ فارسی زبان میں جغرافیہ کی ایک مختصر کتاب ہے جس کا مؤلف "محمد بن نجیب بکران" ہے
وس ہے کہ اس باکمال مولف کے ذکر سے تاریخ و تذکرہ کی تمام کتابیں خاموش ہیں، البتہ اس کی زیر نظر
ب" جہان نامہ" سے اس کے بارے میں صرف اس قدر معلومات اخذ کی جاسکی ہیں کہ وہ ۶۰۵ ہجری
۔ ۱۲۰۸ء) میں وہ بقید حیات تھا۔ اس نے کپڑے پر کرۂ زمین کا ایک نقشہ تیار کیا تھا۔ اور
کی تیاری کے دوران وہ خراسان میں تھا، جیسا کہ متن کتاب کی حسب ذیل عبارت سے ظاہر
ہے

"اہل خراسان ہر شہرے را بچیزے نسبت کنند: اہل ہرو را بہ بخیلی، اہل سرخس را بسخن
سرد گفتن، اہل نشاپور را بکبائر گفتن، اہل بلخ را برعونت ولاف بے معنی زدن و پلید زبانی
اہل ہرات را بہ نرمی، اہل طوس را معلوم است۔"

جہاں نامہ کی تصنیف میں آخذ کے بیان کے ضمن میں، اس نے ایک نام شرف الدین طوسی
ہے۔ اس موقع پر اس کی عبارت سے ظاہر ہوتا ہے کہ شرف الدین طوسی اس کا ہم وطن تھا جس کا
ال میہن سے واپسی کے بعد ہوا اور مولف نے اس کے مسودات سے استفادہ کیا۔

محمد بن نجیب بکران نے اگرچہ دیباچہ کتاب میں کہا ہے، "کمتر بندہ از بعض علوم بہرہ داشت"۔
اس کا یہ انکسار صرف رسمی اور معمولی ہے حقیقت میں وہ علم جغرافیہ کا ماہر تھا، اس کی کتاب

"جہاں نامہ" سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی معلومات نہایت وسیع تھیں اور اپنے زمانہ کے اہل فن میں نجوما نیز ریاضیات، ہیئت و نجوم بلکہ طب میں بھی کافی درک رکھتا تھا۔

با ایں ہمہ جہاں نامہ کی کسی عبارت سے یہ پتہ نہیں چلتا کہ اس نے کن کن مقامات کی سیاحت کی تھی، البتہ اس حد تک یقینی ہے کہ نیشاپور اور خوارزم کا اس نے سفر کیا تھا اور دنیا کا وہ نقشہ جو اس نے خصوصی طور پر تیار کیا تھا اس سفر میں اس کے ساتھ تھا جس کا مقصد ممکن ہے یہ رہا ہو کہ اس نقشہ کے ذریعہ، اپنے زمانہ کے دوسرے اہل فن کی طرح، وہ بھی خوارزم شاہ علاء الدین محمد بن تکش (۵۹۶-۶۱۷ھ) دربار میں رسائی حاصل کرے اور شاہی انعام و اکرام سے سرفراز ہو۔

کتاب جہاں نامہ دراصل اس نقشہ کے لئے رہنما کتاب (GUID BOOK) کی حیثیت سے اس نے لکھی تھی۔ یہ کتاب اگرچہ حجم کے لحاظ سے سبک ہے لیکن اہمیت کے لحاظ سے ایک گرانقدر علمی تحفہ ہے۔ تعجب ہے کہ یہ کتاب اب سے ایک صدی قبل تک یعنی تصنیف کے بعد سے مسلسل سات سو سال تک گمنامی میں رہی اور کتاب کے ساتھ ساتھ اس کے مؤلف سے بھی علمی دنیا باخبر نہ ہو سکی۔ سب سے پہلے یورپ نے اس کی طرف اپنی توجہ مبذول کی۔ چنانچہ ۱۸۶۱ء میں وہاں اس کا ایک مخطوطہ دریافت ہوا جس کے بارے میں کچھ اطلاعات بھی مقامی جرائد میں شائع ہوئیں، لیکن مکمل طور پر اس کی تحقیق "چارلز ریبو" نے کی۔ اس محقق نے یہ نشان دہی کی کہ یہ کتاب حمد اللہ مستوفی کی "نزہتہ القلوب" کا ایک ماخذ ہے۔ چند سال بعد ہی ایک روسی فاضل "بورش چہ وسکی" نے اس کے روسی مخطوطہ کا عکس حاصل کر کے شائع کیا اور اس پر ایک فاضلانہ مقدمہ روسی زبان میں سپرد قلم کیا ہے۔

حال ہی میں یہ کتاب محمد امین ریاحی کی تصحیح اور مقدمہ کے ساتھ کتابخانہ ابن سینا، تہران سے شائع ہوئی ہے۔ اس میں "بورش چہ وسکی" کے مقدمہ کا فارسی ترجمہ بھی شامل ہے جس سے اس ایڈیشن کی اہمیت میں کافی اضافہ ہو گیا ہے۔

یہ کتاب اگرچہ عام جغرافیہ کی کتاب ہے لیکن ہندوستان کے بارے میں مختلف عنوانات کے تحت اس میں خاصی معلومات ملتی ہیں۔ ذیل میں ان تمام مقامات کا اردو ترجمہ ہدیۂ ناظرین

کرتا ہوں۔

چھٹی فصل

دریاؤں کے ذکر میں

بحر ہند ۔ ہندوستان کا ملک اس سمندر کے ایک پہلو میں واقع ہے جس کو خلیج اخضر کہتے ہیں، اسکا عرض شمال کی جانب پانچ سو فرسنگ ہے۔ اس میں بہت سے اور بڑے بڑے جزیرے ہیں اور بے شمار عجائبات۔ جزیرہ سرندیپ[1] اسی سمندر میں ہے۔ اس کے بعد وہ جزیرے ہیں جن کو دیجات[2] اور قمیر[3] کہتے ہیں۔ یہ لفظ ہم نے کتابوں میں اسی طرح مبہم دیکھا ہے ۔ اس کے بعد زنگبار کے جزیرے ہیں، نیز اسی دریا میں جزیرہ کلہ[4] ہے یہیں جزیرہ رامی[5] ہے، جہاں گینڈے ہوتے ہیں۔ جزیرہ قمار[6] (راس کماری) جہاں سے

---

[1] لنکا (سیلون) کو عرب سرندیپ کہتے تھے۔ اس کا رقبہ یاقوت نے ۸۰×۸۰ فرسنگ (۶۴۰۰ مربع میل) لکھا ہے لیکن اس وقت اس کا رقبہ ۲۵ ہزار مربع میل ہے۔ ممکن ہے اس زمانہ میں اتنا ہی علاقہ رہا ہو۔

[2] دیجات: بعض جغرافیہ نگاروں نے اسے دیبات اور دیب بھی لکھا ہے۔ مولانا سید سلیمان ندوی اسکو مالدیپ اور سنگلدیپ اوران کے آس پاس کے جزائر قرار دیتے ہیں۔

[3] شریف ادریسی متوفی ۵۶۰ ھ کے یہاں اس کا تلفظ "قمر" ہے۔ مولانا سید سلیمان ندوی نے قمر و قمار سے راس کماری مراد لیا ہے لیکن زیادہ قریب قیاس یہ ہے کہ یہ دونوں الگ جزیروں کے نام ہیں۔ چنانچہ اکثر عرب مورخین نے ان دونوں کا الگ الگ ذکر کیا ہے۔

[4] اس سے مراد ہندوستان کا قدیم بندرگاہ کلہ بار ہے جو چین اور عمان کے درمیانی راستے میں پڑتا تھا (معجم البلدان)

[5] عرب جغرافیہ نگاروں کے یہاں اس کا تلفظ رامی اور رامنی دونوں طرح ملتا ہے جو دراصل راون کی بگڑی ہوئی شکل ہے۔ شریف ادریسی (۴۹۳ - ۵۶۰ھ) نے اس جزیرے کا تفصیل کے ساتھ ذکر کیا ہے اسنے

قماری عود کی برآمد ہوتی ہے ہندوستان ہی کے قریب ہے ۔

بحر سند ــ بحر ہند سے ملا ہوا ہے ۔ زنگبار کی مملکت اس کے جنوب میں واقع ہے اس میں بھی بہت سے جزیرے ہیں

بحر کران ــ بحر سند سے متصل ہے اور اسی کے مانند ہے ۔

آٹھویں فصل

جزیروں کے بیان میں

جابہ ــ ایک بڑی مملکت ہے ۔ مورخین نے اس لفظ کو معرب کر دیا ہے اور زابج لکھتے ہیں اس میں بہت سے جزیرے اور بے شمار عجائب ہیں ۔ وہاں کے بادشاہ کو مہراج کہتے ہیں اس کے جزیرے زیادہ تعداد میں بحر اخضر میں ہیں ۔ اس بادشاہ کی یومیہ آمدنی ایک من سونے سے لے کر دس من تک ہے یہ سونا لیتا ہے اور جمع ہو جاتا ہے تو اس کو پگھلا کر اینٹیں بنوا لیتا ہے اور دریا میں ڈالدیتا ہے اور کہتا ہے کہ "یہ دریا میرا خزانہ ہے "

جابہ کی مملکت میں بحر اخضر کا ایک جزیرہ ہے جس کو "برطیل" کہتے ہیں ۔ اس میں کوئی عمارت نہیں ہے جو شخص وہاں پہنچتا ہے ، وہ رات کو چین سے نہیں سو سکتا ۔ اس کا سبب یہ ہے کہ اس میں مختلف قسم کی

اس کا محل وقوع جزیرہ سرندیپ (لنکا) سے متصل بتایا ہے اور لکھا ہے ۔ دالرامی ہی مدینۃ الھند" رامی ہندوستان کا ایک شہر ہے ۔ سلیمان تاجر نے رامنی کے نام سے اس کا ذکر کیا ہے اور بعینہٖ وہی اوصاف اسکے بیان کئے ہیں جو ادریسی نے رامی کے نام سے ۔ اس کے بیان کے مطابق یہ جزیرہ بحر ہرکند اور بحر شلاھط (انڈومان) کے درمیان آباد ہے ۔

؎ راس کماری کا عربی نام ؎ زمانہ وسطیٰ میں مکران کا علاقہ والی سندھ کے ماتحت رہتا تھا اس لئے اکثر عرب جغرافیہ نگاروں نے اس کو بھی سندھ ہی میں شمار کیا ہے ؎ جاوا کا عربی نام ۔

؎ مہاراج کا معرب

ازیں بلند ہوتی ہیں اور کوئی حیوان نظر نہیں آتا، یہ لوگ بھی کہتے ہیں کہ یہ آوازیں ڈھول، ستار اور بانسری ہوتی ہیں یہ سب کچھ رات ہی کو ہوتا ہے دن میں کچھ نہیں ہوتا۔

وہ جزیرہ جہاں یہ مہراج (راجہ) بیٹھتا ہے دو فرسنگ ہے۔ اس کے پاس ایسے گھوڑے ہیں، جنکی ن کے بال زمین پر لٹکتے ہیں۔ اس جزیرے میں ایک اونچا پہاڑ ہے جس کے اوپر سو گز کی حدود میں ایک نیزہ زیادہ اونچی آگ جلتی ہے۔ رات کے وقت آگ ہوتی ہے اور دن کے وقت دھواں۔ اس جزیرہ کو کہتے ہیں۔ اس میں قلعی کی کان ہے۔ نیز اس جزیرے کے پہاڑوں میں بڑے بڑے سانپ کثرت سے تھ ہوتے ہیں اتنے بڑے کہ ایک بیل کو نگل جاتے ہیں۔

جابہ کے جزیروں میں جزیرہ "لنگبالوس"[1] ہے۔ اس میں عمارتیں بھی ہیں اور آدمی بھی مگر سب ننگے رہتے ، کپڑا کبھی نہیں پہنتے، نہ کپڑے کو وہ جانتے ہیں۔

ایک[2] دوسرا جزیرہ ہے (جہاں کے رہنے والے) کشتی میں سے آدمی کا شکار کرتے ہیں اور ٹکڑے ٹے کرکے کھا جاتے ہیں اس جزیرے میں کافور پیدا ہوتا ہے۔

اسی جابہ کے جزیروں میں ایک ایسا جزیرہ ہے جس میں بندر ہی بندر ہیں اور آدمی وہاں نہیں جا سکتا۔ مگر یہ کہ کوئی ترکیب اختیار کرے۔ اس میں بھی کافور ہوتا ہے، جس کو کافور رباحی کہتے ہیں

---

[1] عرب مورخین نے لنجبالوس کے نام سے اس کا ذکر کیا ہے۔ بعض جغرافیہ نگار اسے المہل اور بض جزائر دیبہ کہتے ہیں، غالباً یہ سب جزائر مالدیپ اور اس کے متعلقہ جزیروں کے نام ہیں، ن میں سب سے بڑے جزیرے کا نام المہل ہے۔ ان ہی میں ایک جزیرہ لنجبالوس ہے ابن بطوطہ نے بھی س کا تذکرہ کیا ہے۔

[2] اس مقام پر اصل متن میں غالباً کچھ الفاظ چھوٹ گئے ہیں جس کی وجہ سے ترجمہ میں ہمیں تصرف رنا پڑا ہے، اصل عبارت اس طرح ہے۔ "وجزیرہ امی دیگر ست کہ آدمی را از کشتی صید منند و بخورند"۔ تعجب ہے کہ مصحح نے اس پر اپنا کوئی نوٹ نہیں دیا۔

قمار۔ ہندوستان کی آخری سرحدوں میں ایک جزیرہ ہے جس کا ایک پہلو چین سے ملا ہوا ہے اس ج
عود کا درخت ہوتا ہے جس کو عود قماری کہتے ہیں۔

جزیرہ رامی ـــ بحر اخضر میں ایک جزیرہ ہے یہاں ایک حیوان ہوتا ہے جس کو کرگدن (گینڈا) ک
ہیں۔ یہ جثہ میں بیل سے بہت بڑا ہوتا ہے لیکن ہاتھی سے کم۔ اس جزیرے میں بقم[1] نامی ایک درخت ہوتا ہے
جس کی جڑ سانپ کے زہر اور بہت سے زہروں کے لئے تریاق ہے۔ اسی جزیرے میں بے دم کا ایک بہت
بڑا بیل ہوتا ہے۔ نیز اس جزیرے میں آدمی کی ایک جنس برہنہ اور چھوٹے قد کی ہوتی ہے۔ اس کا قد چار ہا
سے زیادہ نہیں ہوتا۔ یہ لوگ جنگلوں میں رہتے ہیں۔ ان کی بات چیت پرندوں کی آواز کی مانند ہوتی ہے ج
سمجھ میں نہیں آسکتی۔ ان کے بال چھوٹے اور سرخ ہوتے ہیں اور درختوں پر رہتے ہیں وہ صرف ہاتھ کے
ذریعہ ایک درخت سے دوسرے درخت پر چلے جاتے ہیں اس طرح کہ پاؤں اس جگہ پر نہیں رکھتے۔

اس جزیرے میں ایسے تیراک ہوتے ہیں کہ پانی میں تیر کر کشتی تک پہنچ جاتے ہیں۔

سرندیپ ـــ ان مقامات کے بعد جو اوپر بیان ہوئے جزیرہ سرندیپ ہے۔ یہ بھی بحر اخضر میں واقع
ہے۔ یہ جزیرہ ۸۰×۸۰ فرسنگ کا ہے ۶۴۰۰ مربع فرسنگ
اس میں ایک پہاڑ ہے جس پر حضرت آدمؑ کا نزول ہوا۔ یہ بہت اونچا پہاڑ ہے اتنا اونچا کہ جو لوگ کشتی
میں سوار ہوتے ہیں وہ کئی روز کی مسافت کے فاصلے سے اس کو دیکھ لیتے ہیں۔ اس پہاڑ پر آدم علیہ السلام کے
پاؤں کا نشان ہے۔ یہ نشان قریب قریب ستر گز کا ہے جو سنگ خارا میں بیٹھا ہوا ہے۔ اس پہاڑ پر متواتر بج
کوندتی رہتی ہے ورنہ پھر ایسی روشنی ہوتی ہے جو بجلی کی طرح تیز ہوتی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام
نے اس پہاڑ سے جب ایک قدم اٹھایا تو دوسرا قدم اتنے فاصلے پر رکھا کہ سرندیپ سے اس جگہ تک تین دن
میں کشتی پہنچتی ہے۔ اس سرندیپ پہاڑ پر سرخ، زرد، اور نیلے یاقوت ہوتے ہیں۔

---

[1] بقم ـــ بعض کتابوں میں بکم بھی آیا ہے۔ یہ ایک سرخ رنگ کی لکڑی ہے جس کے پتے بادام کے پتوں کی طرح
ہوتے ہیں۔

دریاؤں میں الماس ہوتا ہے اور اس کی لہروں میں بلور، اور اس کی مٹی میں سنبادہ (کرنڈ) جس
ے موتیوں کو چھیدتے ہیں اس جزیرے میں مشک کا جانور ہے۔ اس کے چاروں طرف دریا سے مروارید نکالے
تے ہیں۔

سرندیپ میں جیسا کہ ہم نے کہا ایک بڑا بادشاہ ہے جس کے لئے کشتی کے ذریعہ حدود عراق سے شراب
ئی جاتی ہے۔ سرندیپ حقیقت میں یہی ہے جس کا ہم نے بیان کیا، لیکن دریا میں ہے اور جزیرہ ہے اسکے
ا بر دریا کے کنارے ایک شہر ہے اسکو بھی اسی نام سے پکارا جاتا ہے اور عوام زیادہ تر اسی کو سرندیپ سمجھتے ہیں
ور اس جزیرے سے وہ بالکل بے خبر ہیں۔

ان جزیروں سے، جن کا ہم نے اوپر ذکر کیا، گذر کر مغرب کی طرف چند جزیرے ہیں جنکو جزائر رہیجاب (قمیر
ہتے ہیں، یہ نام بھی ہم نے اسیطرح مبہم دیکھے ہیں۔ اس جزیرے کے لوگ آدمی کا شکار کرکے کھا جاتے ہیں اس سے
یادہ اس قوم کا کوئی حال ہم نے نہیں سنا۔

اس مقام سے گذر کر ہندوستان کے برابر میں ایک جزیرہ ہے جسکو شُلّی کہتے ہیں۔ اس میں فلفل (سیاہ
رچ) کے درخت بہت ہوتے ہیں۔ اس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ فلفل کے ہر خوشہ پر ایک پتہ ہوتا
ہے۔ جب بارش ہوتی ہے تو یہ پتہ اس خوشہ کو ڈھانپ لیتا ہے تاکہ بارش سے وہ محفوظ رہے جب بارش
رک جاتی ہے تو یہ پتہ خوشہ سے الگ ہو جاتا ہے غرض کہ ہمیشہ یہی صورت رہتی ہے۔ (ص ۴۰ - ۴۳)

نویں فصل

دریاؤں کے ذکر میں

مہران — سند کی حدود میں ایک بڑا دریا ہے جو مکران کی طرف نہر مہران کہلاتا ہے اس کا پھاٹ
قریب مصر کے دریائے نیل کے برابر ہے۔ نیل کی طرح اس میں بھی ناکے ہوتے ہیں اس دریا کو دیبل بھی کہتے

۱؎ ملی: ٹراونکور کا قدیم نام ۲؎ دریائے سندھ کا عربی نام

ہیں۔ یہ پہاڑوں کی پشت سے نکلتا ہے جہاں سے جیحون خوارزم کی بعض شاخیں نکلتی ہیں۔ یہ دریا یہاں سے چل کر اور دریائے سندھ و مکران میں شہر دیبل[1] سے مشرق کی جانب گر جاتا ہے اور نہر سند ملتان سے تین منزل کے فاصلے پر مہران میں گرتی ہے۔

گنگ (گنگا) ہندوستان کا ایک بڑا دریا ہے۔ جو تبت کے کسی پہاڑ سے نکلتا ہے اور ہندوستان کے بعض شہروں، نیز گنگ کے قریب ایک بڑے شہر سے گذرتا ہوا دریائے ہند میں گر جاتا ہے۔ (ص ۵۰)

پندرہویں فصل

بعض مقامات کے خواص کے بیان میں

کہتے ہیں کہ ہندوستان میں خوک (سور) نہیں ہوتا

ہاتھی بجز ہندوستان کسی دوسری جگہ توالد و تناسل نہیں کرتا۔

ناکہ سوائے مصر کے دریائے نیل اور ہندوستان کے وسیس کے علاوہ اور کہیں نہیں ہوتا (ص ۴۸)

سولھویں فصل

در ذکر بعضے عجائب، بعض عجائب کے بیان میں

ہندوستان میں ایک بڑا اور اونچا پہاڑ بھی ہے۔ جو شخص وہاں سے گذرتا ہے آہستہ آہستہ بات کرتا ہے اگر کوئی شخص واقف نہ ہو اور آواز بلند کردے تو اس آواز کے ساتھ تیز آندھی بجلی اور بارش ظاہر ہو جاتی ہے (ص ۸۴)

ہندوستان کے حدود میں جابہ کے جزیروں میں اسی طرح ایک پہاڑ ہے۔ جس کے اوپر سو مربع گز کی حدود میں آگ جلتی ہے جو اونچائی میں ایک نیزہ سے زیادہ ہوتی ہے۔ لیکن دن کے وقت یہاں

---

[1] بعض مورخین کے یہاں یہ لفظ دیول بھی آیا ہے۔ عہد عباسیہ میں اسکا شمار سندھ کے مشہور شہروں میں تھا

دھواں ہوتا ہے (ص ۸۵)

ہندوستان کے دریا میں ایک جیوان ہے جس کا سر اور ہاتھ اور آدھے دھڑ سے زیادہ حصہ مچھلی کی مانند ہے لیکن دانت اور پنجے رکھتا ہے کبھی کبھی اس جیوان کو بڑے بڑے دریاؤں اور نہروں میں دیکھتے ہیں۔ ہندو لوگ اس کو مکر (مگر) کہتے ہیں۔

سترہویں فصل

جواہرات اور دوسری چیزوں کی کانوں کا بیان ہے

مروارید — مشرقی سمندر میں ہوتا ہے۔ اس دریا سے اسکو مخصوص مقامات سے نکالا جاتا ہے جیسے عمان عدن و بحرین اور جزیرہ سرندیپ۔

الماس — جزیرہ سرندیپ میں ایک رودخانہ ہے جہاں سے الماس نکالا جاتا ہے۔ کچھ لوگوں کا بیان ہے کہ الماس کی کان مشرق میں ہے۔ ہم نے یہ بھی سنا ہے ہندوستان کے کنارے دریا کے نزدیک کچھ پہاڑ ہیں جہاں ایک درہ ہے اسی درے سے کرگس وگوشت[ے] کے طریقہ پر الماس لایا جاتا ہے۔

زمرد — زمرد کی کوئی کان نہیں ہے۔ چنانچہ لوگوں کے ہاتھوں میں آج زمرد اسی مقدار میں ہے جتنا ذوالقرنین تاریکی سے نکال کر لایا تھا۔ یہی سبب ہے کہ ٹوٹ جانے سے اس کی قیمت کم نہیں ہوتی کہا جاتا ہے کہ یہ ہندوستان میں زیادہ تر ملتا ہے۔

ے کرگس وگوشت (طریقہ) الماس کی کان میں چونکہ دست رسی ناممکن ہے اس لئے گوشت کے لوتھڑے اس میں ڈال دیئے جاتے ہیں الماس کے ٹکڑے اس میں چپٹ جاتے ہیں اور پرندے ان پارچوں کو نکالتے ہیں اور الگ الگ لے جاکر کھاتے ہیں۔ اس عمل سے الماس کے دانے زمین پر اگر جاتے ہیں اور لوگ ان کو چن لیتے ہیں۔ الماس کے اس طرح نکالنے کو "طریق کرگس وگوشت" کہتے ہیں۔

سنبادہ — یہ مٹی یا پتھر کی جنس سے ہوتا ہے جس کو کوٹ کر بنایا جاتا ہے۔ اس سے موتیوں کو پیستے ہیں نیز سخت موتیوں پر جو نام لکھے جاتے ہیں وہ بغیر اس کے نہیں لکھے جاسکتے۔ یہ جزیرہ سرندیپ سے لایا جاتا ہے اور پہلے ہندوستان لایا جاتا ہے۔ سمرقند سے بھی اسکو لاتے ہیں یہ معلوم نہیں کہ یہ وہیں ہوتا ہے یا ہندوستان سے وہاں لے جایا جاتا ہے۔

بلور — مشہور پتھر ہے جو جزیرہ سرندیپ کی نہروں میں ہوتا ہے اور وہیں سے لایا جاتا ہے اور اول یہ ہندوستان آتا ہے اسکی ایک قسم سفیدی مائل ہوتی ہے لیکن یہ شفافیت میں کم ہوتی ہے۔ عربی میں اس کو "مہا" کہتے ہیں اور فارسی میں اس کو "یخ اندراب"، اس کا واحد "مہاۃ" ہے (ص ۹۷)

بجادہ — ایک سرخ موتی ہے، جو یاقوت سے مشابہ ہوتا ہے۔ لیکن اصل میں یاقوت نہیں ہوتا ہے اور گھسنے میں اس سے زیادہ نرم ہوتا ہے۔ اس کی کان سرندیپ کے علاقہ میں ہے۔ ممکن ہے کہ یہ ناقص یاقوت ہو۔

بنفش — یاقوت سرخ کی مثل ایک موتی ہے لیکن اس کا رنگ بنفشی مائل ہوتا ہے اسکی کان بھی سرندیپ میں ہے۔

عنبر — یہ چند مقامات پر پانی کی سطح پر ملتا ہے۔ ایک بحر مشرقی میں عدن وعمان وفارس اور ہندوستان کی حدود میں، دوسرے بحر مغرب میں، اندلس کے شہر شنتسرین میں اور اسی طرح روم کے سواحل میں۔

عود — ہندوستان اور چین کے درمیان دریا کے کنارے بڑے بڑے پہاڑ ہیں عود کا درخت اسی مقام پر ہوتا ہے۔ اچھا اور اصلی عود یہیں سے لاتے ہیں۔ اس کے علاوہ قمار سے بھی یہ لایا جاتا ہے جو اقصائے ہند میں ایک جزیرہ ہے۔ قمار سے متصل دریا کے کنارے ایک شہر ہے جس کو صنف[1] کہتے ہیں، وہاں سے بھی عود کی برآمد ہوتی ہے۔ کچھ لوگ قماری عود کو اچھا سمجھتے ہیں

---

[1] قدیم زمانہ میں ایک بڑا شہر تھا جو راجہ کامروپ (آسام) کے ماتحت تھا اور دریائے برہمپتر کے کنارے آباد تھا۔

کچھ لوگ منفی کو۔ بہر صورت ہندوستان ہی سے اس کو حاصل کیا جا سکتا ہے۔

کافور[ل] ۔ بحر اخضر میں ایک جزیرہ ہے خلیج مشرق کی طرف۔ اس جزیرے میں بندر بہت ہوتے ہیں اور بڑے جو آدمی کو مار ڈالتے ہیں۔ اس جزیرے سے کافور لایا جاتا ہے اس کافور کو کافور رباحی کہتے ہیں اس کا سبب یہ ہے کہ بندر کو رباح کہتے ہیں۔ کافور کی ایک دوسری قسم ہے جس کو فنصوری کہتے ہیں یہ لفظ ہم نے اسی طرح مبہم دیکھا ہے۔ اور یہ بھی ایک جزیرہ ہے یہاں سے بھی کافور لاتے ہیں لیکن رباحی سب سے بہتر ہوتا ہے خود ہندوستان میں بھی کافور ہوتا ہے اور اسکو ہندوی کہتے ہیں لیکن یہ اچھا نہیں ہوتا اور دواؤں میں بہت کم استعمال کیا جاتا ہے۔

کافور در اصل ایک درخت کا گوند ہوتا ہے۔ اس درخت پر جب چاقو مارتے ہیں تو بہت سا گوند اس سے نکلتا ہے۔ لوگ اس کو لے لیتے ہیں اور کسی جگہ پر ..... خشک ہونے کے لئے اس کو رکھ دیتے ہیں یہ جب خشک ہو جاتا ہے تو کافور ہو جاتا ہے اس کے بعد دودھ سے اس کو سفید کرتے ہیں۔

صندل کا درخت بھی اس جزیرے میں ہوتا ہے لیکن یہ صندل سرخ نہیں ہوتا اور اس کو چندن کہتے ہیں۔

اٹھارہویں فصل

اس بارے میں کہ ہر مقام سے کیا چیز برآمد ہوتی ہے

ہندوستان کیطرف سے بھی اس سمندر میں عود، صندل اور کافور ہوتا ہے اور بہت سی ہندوی دوائیں نیز قسم قسم کے پہننے کے کپڑے اور فرش۔ سرندیپ کی طرف سے قسم قسم کے یاقوت

ل اس جزیرے کا نام قزوینی کی "آثار البلاد و اخبار العباد" میں فیصور ملتا ہے۔ میرے خیال میں یہ وہی جزیرہ ہے جو حدود العالم میں "پنچ پور" کے نام سے آیا ہے۔

الماس، بلور اور سنباده لاتے ہیں جزیرہ کلہ سے قلعی۔ سند سے بعض دوائیں اور رمح، نیزہ کے لئے اور نسل گیری کے لئے بختی اونٹ۔

بیسویں فصل

چند متفرق حکایات کے بیان میں

براہمہ ــــ ہندوستان کے علما کی ایک قوم ہے جس کو برہمن کہتے ہیں۔ اس لفظ کی جب جمع بناتے ہیں تو براہمہ کہتے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جن کا دعویٰ ہے کہ ہم جادو کرتے ہیں اور اس کے ذریعہ مقصد برآری کرتے ہیں مثلاً کسی شخص کو ہلاک کرنا، سانپ کے کاٹے ہوئے کو یا زہر دیئے ہوئے شخص کو صحت دینا، کسی علاقے یا گاؤں پر بارش کو روکنا، کاموں کا حل وعقد، خلق خدا کو نفع اور نقصان پہنچانا۔ یہاں تک کہ ان کے جہلا بھی علمار کی تقلید میں یہی دعوی کرتے ہیں اور یقین ہے کہ یہ باطل دعویٰ ہے۔ اور صحیح علم اللہ کو ہے۔ (ص ۱۱۳)

۱۹۶۹ء کی جدید مطبوعات ادارہ

تفسیر مظہری اردو جلد ہفتم (قاضی ثناء اللہ پانی پتی) قیمت مجلد ۱۵ روپے

شاہ ولی اللہ دہلوی کے سیاسی مکتوبات (پروفیسر خلیق احمد نظامی)
قیمت مجلد ۹ روپے

اسلامی ہند کی عظمت رفتہ
مولانا قاضی اطہر مبارک پوری قیمت مجلد ۹ روپے

تین تذکرے ــ مجمع الانتخاب، طبقات الشعراء، گل رعنا
(تلخیص ومقدمہ نثار احمد فاروقی) قیمت ۷ روپے